Tarseel, Vol.18 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Listed in UGC-CARE
Center for Distance and Online Education
University of Kashmir

مسلم خواتین کا حقیقی میدان عمل: گھر کے اندر یا گھر کے باہر

ارشید احمد شیخ

تلخیص

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے جو اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے خواہ وہ سیاسی ہو، معاشی ہو، اخلاقی ہو، سماجی ہو یا خاندانی ہو۔ اس کی تعلیمات ہر کسی انسان کے لیے ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، مریض ہو یا صحت مند، گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، مرد ہو یا عورت۔ اسی طرح اس کے نزدیک قابل عزت وہ عورت یا مرد ہے جو ایمان لا کر متقیانہ زندگی گزارے، جو اس کی تعلیمات پر من وعن عمل کرے اور جو اللہ کی رضا کو اپنے تمام اعمال میں مقصود ٹھہرائے۔ مگر مسلم خواتین کی بابت عرصہ دراز سے لوگ افراط وتفریط کے شکار ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو پستہ درجہ دیا ہے، اسی طرح انہیں بنیادی انسانی حقوق اور اختیار سے محروم کیا ہے۔ اسلام کی روح سے مرد اور عورت برابر ہے مگر ان کا میدان عمل جدا جدا رکھا گیا ہے۔ دونوں کو الگ الگ کام اور ذمہ داریاں تفویض کی گئی ہیں۔ اس نے مرد کو گھر سے باہر کے کام اور اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور عورت کو گھر کے اندر کے کام اور اولاد کی پرورش و

تربیت کی ذمہ داری سونپی ہے۔ اسی وجہ سے عورت پر گھر سے باہر کی بہت سی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے۔ کاموں کی یہ تقسیم کاری خاندان کی خوشگواری کے لیے ضروری ہے۔ اس مقالے میں اسلامی تعلیمات کی رو سے عورتوں کے مقام و مرتبے کا تعین کرنا مقصود رہے گا۔

کلیدی الفاظ:

تقسیم کاری، شریعت، بدعت، اقتصادی مساوات، روحانی تسکین، زچگی، تعلیم و تربیت، نسل و خاندان

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے جو اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مسلمانوں کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے خواہ وہ سیاسی ہو، معاشی ہو، اخلاقی ہو، سماجی ہو یا خاندانی۔ اس کی تعلیمات ہر کسی انسان کے لیے یکساں ہیں خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، مریض ہو یا صحت مند، گورا ہو یا کالا، عربی ہو یا عجمی، مرد ہو یا عورت۔ اسی طرح اس کے نزدیک قابل عزت وہ عورت یا مرد ہے جو ایمان لا کر متقیانہ زندگی گزارے، جو اس کی تعلیمات پر من و عن عمل کرے اور جو اللہ کی رضا کو اپنے تمام اعمال میں مقصود ٹھہرائے۔ مگر مسلم خواتین کی بابت عرصہ دراز سے لوگ افراط و تفریط کے شکار ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو پست درجہ دیا ہے، انہیں گھر میں مقید کر کے رکھا ہے، ان کی صلاحیتوں سے کسی کو فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی ہے، انہیں دنیا سے کاٹ کر رکھ دیا ہے، انہیں مردوں کا ماتحت بنا کر رکھا ہے۔ اسی طرح انہیں بنیادی انسانی حقوق اور اختیار سے محروم کیا ہے۔ یہ الزامات اور اعتراضات موجودہ مسلم معاشرے میں عورتوں کی حالت دیکھ کر یا اسلام کی نفرت اور دشمنی میں اندھا ہو کر اسلام کے مخالفین اور معترضین کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ حقیقت بھی ہے کہ مسلمانوں میں سے بعض نے آغوش مادر سے قبر تک عورتوں کی گوشہ نشینی کو ضروری قرار دیا ہے، انہیں تعلیم کے قیمتی جوہر سے محروم رکھا ہے، اسلام کے عطا کردہ حقوق بھی ان سے سلب کر لئے ہیں۔ الغرض یہ لوگ انہیں مسلمانوں کی مساجد میں عبادت کرنے کی اجازت بھی نہیں دیتے ہیں کجا کہ معاشرے اور ملک کی تعمیر میں انہیں موقع دے دیتے۔ یہ ظلم مسلم خواتین پر غیروں نے نہیں کیا ہے بلکہ اسلام کے علمبرداروں نے یہ ظلم مسلمان خواتین پر عرصہ دراز سے جاری رکھا ہے۔

تنگ نظر لوگ اپنی بڑائی کے زعم میں عورت کو حقیر سمجھتے ہیں۔ ان کے مطابق عورت شیطان کا فندا، ابلیس کا جال اور معصیت کا دروازہ ہے۔ وہ عقل و دین کے اعتبار سے ناقص ہے، اس کی اہلیت بھی ناقص ہے، وہ مرد کی نوکر اور لونڈی ہے۔ مرد اپنی خواہشات نفس پوری کرنے کے لیے اس سے نکاح کرتا ہے، کچھ مال و متاع دے کر اس سے اپنی خواہشات نفس پوری کرتا ہے اور جب چاہتا ہے اس سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے برعکس عورت کو نہ تو اپنے دفاع کا حق ہے اور نہ وہ کسی مال کی مستحق ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے نزدیک وہ جوتے کے مانند ہے جسے مرد جب چاہے پہن لے اور جب چاہے اتار دے۔[۱] ان لوگوں نے عورتوں کو گھروں میں محصور کر رکھا ہے، نہ وہ علم حاصل کرنے کے لیے نکل سکتی ہے اور نہ کسی اور کام کے لیے۔ اسی طرح وہ معاشرے کی تعمیر میں کوئی رول ادا نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ، بعض نے تو یہاں تک کہا ہے کہ صالح عورت کی مثال یہ ہے کہ وہ زندگی میں صرف دو مرتبہ گھر سے باہر نکلتی ہے ایک مرتبہ اپنے باپ کے گھر سے خاوند کے گھر کی طرف اور دوسری مرتبہ شوہر کے گھر سے قبرستان کی طرف۔[۲] دوسری طرف بعض دوسرے لوگ عورت کے معاملے میں افراط کے شکار ہیں اور مرد و عورت کے درمیان تمام تر امتیازات کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ان کے مطابق مرد اور عورت دونوں انسان ہیں اور ایک دوسرے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، لہذا دونوں بلا تفریق ایک جیسے ہیں۔ یہ گروہ مغربی تہذیب و تمدن کے اسیروں پر مشتمل ہے۔[۳] علاوہ ازیں، ان لوگوں نے عورتوں کو جنسی بیراہ روی، ہم جنس کے ساتھ بیاہ کرنے، بلاضرورت اسقاط حمل، خاندان کی بابت غلط سوچ رکھنے اور دینی و معاشرتی قواعد و ضوابط کی پرواہ نہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔[۴]

افراط و تفریط کے اس معرکے کے درمیان کی راہ ہی اسلام کا جادۂ اعتدال ہے جس میں ظلم اور ناانصافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے نہ کہ مخالف۔ جس کی تعلیمات انصاف، عدل اور اعتدال پر مبنی ہے نہ کہ ظلم زیادتی اور افراط و تفریط پر۔ آنے والے صفات میں ہم خواتین کے تئیں اسی معتدل نقطہ نظر کو جاننے کی کوشش کریں گے۔

عورت کے مقام و مرتبہ کے تعین میں ہمیشہ انسانی عقل ناکام رہی ہے۔ جبکہ اس مسئلہ میں اسلام کے معتدل نظریہ نے سوچنے سمجھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ خواتین کے بارے میں اسلام کا تصور اعتدال پر مبنی ہے جس میں خواتین کے لیے سب کچھ ہے۔ حقوق کے ساتھ ساتھ تحفظ بھی ہے، احترام کے ساتھ ساتھ ازادی بھی ہے، مجبوریوں کا خیال بھی ہے اور بھرپور مواقع بھی۔[۵]

اسلام نے عورتوں کو جتنا عزت واحترام عطا کیا ہے اس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔اس نے عورتوں کو بہت ساری آسانیاں عطا کی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ انہیں بہت ساری ذمہ داریوں سے رخصت بھی دی ہے لیکن یہ عزت واحترام اور آسانیاں انہیں اسی وقت نصیب ہوگئیں جب وہ اپنے تمام تر کام اسلام کی بتائی ہوئی تعلیمات کے مطابق انجام دیں گئیں۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اپنی ترجیحات کا تعین کریں۔سب سے پہلے ان کا مرکز توجہ ان کا گھر ہونا چاہیے۔وہ اپنے شوہروں کی اطاعت اور اپنے بچوں کی پرورش، تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دیں۔کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود عورتوں کی اس ذمہ داری کا تعیّن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (احقاف: ۱۵)

"ہم نے انسان کو ہدایت کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا، اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے لگ گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ، إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ، فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ (ذاریات: ۲۴-۲۶)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی حکایت بھی تمہیں پہنچی ہے۔جب وہ اس کے ہاں آئے تو کہا آپ کو سلام ہے۔اس نے کہا آپ لوگوں کو بھی سلام ہے۔کچھ ناآشنا سے لوگ ہیں۔پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گیا،اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لے آئے۔"

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِن وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ (ہود: ۷۱)

"ابراہیم کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ یہ سن کر ہنس دی۔پھر ہم نے اس کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔"

اسلام کی روح سے مرد اور عورت برابر ہے مگر ان کا میدان عمل جدا جدا رکھا گیا ہے۔دونوں کو الگ الگ کام اور ذمہ داریاں تفویض کی گئی ہیں۔اس نے مرد کو گھر سے باہر کے کام اور اہل وعیال کی کفالت کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور عورت کو گھر کے

اندر کے کام اور اولاد کی پرورش وتربیت کی ذمہ داری سونپی ہے۔اسی وجہ سے عورت پر گھر سے باہر کی بہت سی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے۔کاموں کی یہ تقسیم کاری خاندان کی خوشگواری کے لیے ضروری ہے۔[6] ان آیات سے اس بات پر تفصیل سے روشنی پڑتی ہے کہ اسلام کے مطابق عورتوں کی بنیادی اور اہم ذمہ داریاں کیا کیا ہیں۔سورہ ہود کی اس ایت کی تشریح میں تو طبری اور قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ مہمانوں کی ضیافت وخدمت کررہی تھیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ (مسلم: ۱۸۲۹)

"عورت اپنے شوہر کے گھر اوراس کے بچوں کی نگران ہےاوراس سے ان کے متعلق سوال ہوگا"

عورت کا گھر میں نگران ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جولوگ اس کی تربیت میں ہیں اس کا فرض ہے کہ وہ انہیں صراط مستقیم پر کامزن کرے اور معصیت سے دور رکھے اوران کے فائدے اورنقصان کی اسی طرح نگہداشت کرے جس طرح ایک راعی اپنی رعیت کی کرتا ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی دولت اور ساز وسامان، جوشوہر نے اس کے پاس رکھا ہے، کی حفاظت کرے۔واضح رہے عورت کا میدان عمل اصل میں اس کا گھر ہے، اس لیے گھر سے باہر کے کام اس کے ذمہ نہیں ہے۔حدیث میں بھی اس کی خانگی ذمہ داریوں کا ذکر ہے جس پر اسے جواب دہ قرار دیا گیا ہے۔[7] یاد رہے، امور خانداری کے تعلق سے اسلام میں عورت کی ذمہ داری کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ وہ گھر کے ساری کام خود انجام دے۔کھانا پکانا، کپڑے دھونا، ان پر پریس کرنا، گھر کی صفائی ستھرائی، زیب وزینت وغیرہ کاموں کوشریعت نے عورت پر لازم قرار نہیں دیا ہے کہ وہ یہ سارے کام بذات خود انجام دے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان تمام کاموں کی دیکھ ریکھ کی ذمہ داری عورت کے کندوں پر ڈالی گئی ہے خواہ وہ خود وہ سارے کام انجام دے یا دوسروں سے لے یعنی نوکروں، رشتہ داروں، بیٹے بیٹیوں سے یا شوہر ان کاموں میں اس کا تعاون کرے۔[8]

لہذا اوپر کی سطروں سے یہ بات اظہر من الشمس کی طرح عیاں ہوگئی کہ عورت کی اصل اور بنیادی ذمہ داری امور خانہ داری کی نگرانی، شوہر کے مال ودولت کی حفاظت وامانت، شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری اور اولاد کی پرورش اور تعلیم وتربیت ہے۔ مگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام میں عورت کا گھر سے باہر کام کرنا حرام ہے یا ممنوع ہے، بلکہ وہ شریعت کے حدود وقیود میں رہ کر بہت ساری کام انجام دے سکتی ہے۔

خواتین کا اصل اور بنیادی کام تربیت اولاد ہے جس میں اس کا کوئی ثانی نہیں اور پھر فطری طور پر اللہ نے اسی کام کے لیے اسے تیار کیا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی دوسرا کام اسے اس اساسی کام سے غافل نہ کرے کیونکہ اس اعلیٰ کام کو اس کے سوا کوئی انجام نہیں دے سکتا، امت کا مستقبل بھی اس کے اسی اعلیٰ کام پر موقوف ہے اور اس کے اسی اعلیٰ کام سے نسل نو کی تعمیر ممکن ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ گھر سے باہر کے کام عورتوں پر اسلام میں حرام ہے۔ کیونکہ صریح نص کے بغیر کوئی کسی چیز کو حرام قرار نہیں دے سکتا اور معتاد تصرفات واشیاء میں بنیادی حکم جواز کا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورتوں کا گھر سے باہر کام کرنا فی نفسہ صحیح ہے اور بوقت ضرورت مستحب اور واجب بھی ہو جاتا ہے مثلاً اس بے سہارا خاتون کے لیے جو بیوہ، مطلقہ یا غیر شادی شدہ ہو، مگر بذات خود اتنا کمانی کی طاقت رکھتی ہو کہ دوسروں کو مانگنے سے بچ جائے، اسی طرح کبھی کبھی اس کے شوہر اور باپ کو بھی اس کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ [9]

اب ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اسلام کے مطابق ایک عورت گھر سے باہر کیا کیا کام کر سکتی ہے:

۱) امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف ونہی عن المنکر صرف مسلمان مردوں ہی کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ مسلمان عورتوں پر بھی یہ ذمہ داری اسلام نے عائد کی ہے۔ قرآن مجید نے تو اس سلسلے میں مرد وعورت کو شریک بتایا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ? إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبہ : ۷۱)

"مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمت نازل ہو کر رہے گی، یقیناً اللہ سب پر غالب اور حکیم ودانا ہے۔"

اس آیت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری مسلمان مردوں کے ساتھ ساتھ مسلمان عورتوں کی بھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس فریضے کا حق وہ گھر میں رہ کر انجام نہیں دے سکتی۔ مومن مرد اور مومن خواتین دونوں معاشرے کے اہم رکن ہے اور اس کی کامیابی وکامرانی کے لیے دونوں کو مل کر مشقت کرنی ہے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت،

بھلائیوں کا قیام، برائیوں کا ازالہ، مسلمان مرد و مسلمان عورت کی مشترکہ کوششوں اور باہمی مدد کا تقاضا کرتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں شرعی حدود میں رہ کر ان کاموں کو مل جل کر اور باہمی تعاون سے انجام دیں۔ [۱۰]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی شکایت پر فرمایا:

قَدْ أَذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ (بخاری : ۵۲۳۷)

"اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہو۔"

اس حدیث میں جو حوائج کا لفظ استعمال ہوا ہے اس میں عمومیت کا مفہوم پایا جاتا ہے اور اس میں عورتوں کی دونوں ضروریات خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی شامل ہیں۔ اگر عورتیں سودا سلف، گھریلو سامان اور ملبوسات کی خریداری کی غرض سے بازار جا سکتی ہیں، تو وہ دینی علم حاصل کرنے کے لیے اجتماعات میں بھی شرکت کر سکتی ہیں۔ اسی طرح اگر وہ ملاقات وعیادت کے لیے اپنے والدین اور رشتہ داروں کے پاس جا سکتی ہیں، تو دینی وتحریکی استحکام کے لیے بھی دوسری عورتوں کے گھروں میں جا سکتی ہیں۔[۱۱] اس حوالے سے وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جس میں ایک مسلم خاتون نے بھری مجلس میں مہر کے مسئلے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی خاتون کی رائے کو قبول کیا اور کہا: "سب لوگ عمر سے زیادہ فقیہ ہیں۔" [۱۲]

۲) تحصیل علم

علم نور ہے جس سے انسان کا اندرون بھی جگمگاتا ہے اور باہر بھی۔ یہ خالق کائنات سے قریب ہونے اور اس کی معرفت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ انسان کی ترقی اور بلندی کی ایک سیڑھی ہے جس سے آراستہ ہو کر ایک انسان حقیقی انسان بنتا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ پوری انسانیت اس سے سیراب ہو۔ علم نافعہ کی جس طرح مردوں کو ضرورت ہے اسی طرح خواتین کو بھی ہے، کیونکہ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی سماج کا ایک اہم حصہ ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسلام اسی کا درس اپنے ماننے والوں کو دیتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ (ابن ماجہ : ۲۲۴)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"

علماء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمان خاتون پر بھی اس حدیث کا اطلاق ہوتا ہے اور اس پر فرض ہے کہ وہ اتنا

دینی علم لازمًا حاصل کرے جس کی بدولت وہ اپنا عقیدہ صحیح رکھ سکے، اپنے دینی فرائض اچھی طرح سے ادا کر سکے، زیب وزینت، لباس وغیرہ میں اسلامی تعلیمات پر عمل کر سکے، حلال وحرام اور حقوق وواجبات میں اللہ کے احکامات کا پاس ولحاظ رکھ سکے اور اس کے علاوہ تحصیل علم میں ترقی کر کے اجتہاد کے مقام تک پہنچ سکے۔ اگر عورت کو اسلام کی تعلیم خود حاصل نہ ہو یا اس کا شوہر اسے ضروری دینی تعلیم نہ دے سکے، تو وہ اپنی بیوی کو اس کے حصول سے نہیں روک سکتا۔ [۱۳]

صدر اوّل سے مسلم خواتین نے علم کے میدان میں نمایہ رول ادا کیا ہے۔ علم کی دنیا میں خواتین کا بڑا اثر ورسوخ رہا ہے اور ان کی شخصیت سے عوام الناس کو بڑا افائدہ پہنچا ہے۔ روایت احادیث میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اہم کردار رہا ہے کیونکہ انہوں نے دو ہزار سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی بیٹی کو ان کی تمام روایات ازبر تھی۔ امام مالک رحمہ اللہ کی دختر کو پوری مؤطا ازبر تھی۔ حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کی بہو نفسیہ بنت الحسن امام شافعی رحمہ اللہ کی مربی تھی۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی ادوار میں خواتین کے حلقے مسجد حرام، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد اقصی اور مسجد اموی دمشق میں منعقد ہوتے تھے جن سے خواتین کے ساتھ ساتھ مرد حضرات بھی سیراب ہوتے تھے۔ [۱۴] پچھلے ادوار کی طرح دور حاضر میں بھی بعض دنیوی علوم وفنون کی تحصیل مسلمان خواتین پر فرض کفایہ ہے۔ فقہا کی ایک جماعت نے "دائی" کے علم کو مسلمان خواتین پر فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں "دائی" کی جگہ پروفیشنل ڈاکٹروں نے لی ہے، لہذا کہا جا سکتا ہے کہ میڈیکل سائنس اور گائنا کولوجی کی تعلیم حاصل کرنا مسلمان خواتین پر فرض کفایہ ہے۔ اسی طریقے پر مسلمان خواتین اکثر شرم وحیا کی بنا پر دیگر طبی معاملات میں بھی خواتین معالج خاتون معالج کی تلاش میں لگی رہتی ہے، تو گائنا کولوجی کے علاوہ جنرل سرجری، ریڈیولوجی، یورولوجی وغیرہ جیسے علوم وفنون کی تحصیل بھی فرضی کفایہ کے زمرے میں آئیں گے۔ علاوہ ازیں، تدریس، کمپیوٹر سائنس، بائیوٹکنالوجی، قانون، سائیکالوجی، جرنلزم، سوشیالوجی وغیرہ جیسے علوم وفنون کو بھی اس دائرے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ [۱۵]

۳) مختلف سماجی، سیاسی اور معاشی خدمات

مسلمان خواتین بہت طریقوں سے سماجی خدمات انجام دے سکتی ہیں اور ملک وملت کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں وہ خدمات انجام دینے کا موقع دیا جائے اور وہ خود بھی ان کی انجام دہی کے لیے کوشش کریں۔ اسلام نے انہیں سماجی خدمات انجام دینے کی اجازت دی ہے۔ ذیل کی سطروں میں ہم اسی پر روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ حضرت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میری خالہ کو ان کے خاوند نے تین طلاق دے دی، (لیکن عدت کے دوران ہی) وہ اپنی کھجوریں توڑنے نکلیں، راستے میں ان کو ایک شخص ملا جس نے انہیں نکلنے سے منع کیا، چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا:

اخْرُجِي فَجُدِّي نَخْلَكِ لَعَلَّكِ أَنْ تَصَدَّقِي مِنْهُ أَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا (ابوداؤد : ۲۲۹۷)

"جاؤ اور اپنی کھجوریں توڑو ہوسکتا ہے تم اس میں سے صدقہ کرو یا اور کوئی بھلائی کا کام کرو"

اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوتی ہے ایک یہ کہ عورت اپنی معاشی ضروریات کے لیے زمانہ عدت میں بھی گھر سے نکل سکتی ہے اور دوسری یہ کہ اسلام نے عورتوں کو انسانیت کی فلاح و بہبود کے کاموں کی صرف اجازت ہی نہیں بلکہ ترغیب بھی دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خالہ کو اس حدیث میں ترغیب دی ہے کہ وہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام عورتوں کو اس قدر اہلیت کا حامل دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کر سکے اور ان کے ذریعے خیر کے کاموں کو رواج ملے۔ علاوہ ازیں، یہ بات بھی اس سے عیاں ہوتی ہے کہ پاکیزہ مقاصد اور اچھے کاموں کی تکمیل کے لیے عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ اور یہ کہ صدر اول کی خواتین بوقت ضرورت بازار اور کھیت آتی جاتی رہتی تھیں، کیونکہ اگر اسلام نے پہلے ہی انہیں گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خالہ کھیت پر جانے کا ارادہ ہی نہیں کرتی اور یہ مسئلہ بھی درپیش نہیں آتا کہ عدت کے دوران عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں۔ [16]

اور ایک حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَوَائِجِكُنَّ (بخاری : ۵۲۳۷)

"اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لیے (گھر سے) باہر نکل سکتی ہو" (بخاری : ۵۲۳۷)

اس حدیث میں عمومیت کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی عورت دینی ضروریات کے ساتھ ساتھ دنیوی ضروریات کے لیے بھی گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور اسلام نے اس سے اسے نہیں روکا ہے۔

اسی طرح مسلم خواتین کاشت کاری کی خدمت بھی انجام دے سکتی ہیں اور اس کا ثبوت ہمیں دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ملتا ہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہے کہ جب زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان

کے پاس ایک اونٹ اور گھوڑے کے سوا روئے زمین میں کوئی مال، کوئی غلام، کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی ان کے گھوڑے کی دیکھ بال کرتی اور اسے پانی پلاتی، اس کا ڈھول سیئی اور آٹا گوندھتی۔ تاہم میں روٹی پکانے میں زیادہ ماہر نہیں تھی، انصار کی کچھ لڑکیاں مجھے روٹی پکا دیتی تھیں اور وہ سچی اور باوقارہ عورتیں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو میرے گھر سے دو میل دور جو زمین دی تھی، میں وہاں سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں گھر لایا کرتی تھی۔ ایک روز میں کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لیے ہوئے وہاں سے آ رہی تھی کہ راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انصار کے کچھ آدمی بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا تا کہ اپنی سواری کے پیچھے بٹھا لیں، لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور مجھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت کا بھی خیال آیا، کیونکہ وہ بڑے ہی غیرت مند آدمی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی سمجھ گئے کہ میں شرم محسوس کر رہی ہوں جس کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔

مسلم خواتین تجارت میں بھی حصہ لے سکتی ہیں اور اس کے ذریعے اپنی آمدنی بڑھا سکتی ہیں۔ واضح رہے وہ اپنے مال و دولت پر پورا تصرف رکھتی ہیں، جس طرح چاہے استعمال کریں، کوئی ان کی راہ میں رکاوٹیں نہیں ڈال سکتا، خواہ وہ اس کا شوہر، باپ، بھائی اور بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک قیلہ رضی اللہ عنہا نامی صحابیہ تھی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں ایک عورت ہوں اور مختلف چیزیں خرید و فروخت کرتی رہتی ہوں اور پھر اس نے حضور سے خرید و فروخت کے بارے میں بہت ساری مسائل دریافت کیے۔ اسی طرح ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کے متعلق آیا ہے کہ وہ دست کاری کا کام کرتی تھی اور اس کے ذریعے اپنے، اپنے بچوں اور شوہر کے اخراجات بھی پوری کرتی تھی۔ ایک روز وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا: میں ایک دست کاری عورت ہوں اور چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ میرے شوہر اور میرے بچے بہت تنگ دست ہے، کیا میں ان پر اپنا مال خرچ کر سکتی ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیا، ہاں! اور تم کو اس پر اجر بھی ملے گا۔ ۱۷

علاوہ ازیں، اسلامی معاشرے میں عورت کی رائے مرد کی رائے کے برابر ہے۔ وہ ووٹ دیتی ہے اور دے بھی سکتی ہے۔ خلیفہ سوم کے لیے جو استصواب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کرایا، اُس میں اُس نے عورتوں کی بھی رائے حاصل کی۔ وہ سلطنت کے امور میں اپنی رائے دے سکتی ہے اور موجودہ فرماں روا پر تنقید بھی کر سکتی ہے۔ اسلامی تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک عورت نے بھری مجلس میں مہر کے مسئلے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کی تنقید کی جس کے نتیجے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے اپنے حکم کو واپس لیا۔ [۱۸]

۴) عبادت وریاضت

اسلام نے مسلمان مردوں کی طرح مسلمان خواتین کو بھی نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر ارکان اسلام پر کار بند ہونے کا حکم دیا ہے اور عبادت کے معاملے میں اسلام نے مرد وزن میں کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ بلکہ اسلام نے اس بات کو اظہر من الشّمس کی طرح عیاں کیا ہے کہ اللہ کے نزدیک قابل عزت اور احترام وہ مرد یا عورت ہے جو سب سے زیادہ اللہ کا تقوی اختیار کرنے والا ہو۔ اسی طرح اللہ کے ہاں کوئی عمل رائیگاں نہیں ہوگی خواہ وہ مرد نے کی ہو یا عورت نے، بلکہ اللہ اس کے کرنے والے کو بہترین اجر سے نوازے گا۔ علاوہ ازیں، اس کے ترک کرنے والے کو سخت سزا دے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

اللہ تعالیٰ قران حکیم میں اس حوالے سے فرماتے ہیں:

إِنَّ الْـمُسْـلِمِيـنَ وَالْـمُسْـلِمَـاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالـصَّـابِرِيـنَ وَالـصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْـحَـافِـظِيـنَ فُـرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (الاحزاب: ۳۵)

"بالیقین جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اور اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

خواتین مساجد میں جا کر نمازیں پڑھ سکتی ہیں اور وعظ ونصیحت بھی سن سکتی ہے۔ اسی طرح خواتین اسلام نماز جمعہ اور نماز عیدین کے لیے عیدگاہ یا مسجد جا سکتی ہیں اور وہاں خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں شرکت بھی کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنے گھروں میں، دوسروں کے گھروں میں اور مدارس ورباطات میں علمی پروگرامات منعقد کر سکتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ عیادت و زیارت بھی کر سکتی ہیں۔ حج، اعتکاف اور نماز جنازہ کے فرائض انجام دینے کے لیے بھی گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔ واضع رہے یہ سارے کام انجام دیتے وقت خواتین کو ان حدود وقیود کا پابند رہنا پڑے گا جو اسلام نے ان امور کو انجام دینے کے حوالے سے دے ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لاَ تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ الله

"جب تم میں سے کسی سے اس کی بیوی مسجد جانے کی اجازت مانگے تو وہ اسے نہ روکے"

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت مساجد میں جاسکتی ہیں اور نمازیں بھی پڑھ سکتی ہیں اور کوئی انہیں اس حق سے محروم نہیں کرسکتا۔ صدر اوّل میں خواتین اسلام مساجد میں باجماعت نمازیں ادا کرتی تھیں اور کسی نے اس حوالے سے ان پر اعتراض نہیں کیا، اگر چہ بعض حضرات کو ان کا مسجد آنا جانا ناپسند تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نماز عشاء اور نماز فجر مسجد میں پڑھا کرتی تھی۔ کسی نے ان سے کہا کہ باوجود اس علم کے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور وہ غیرت بھی محسوس کرتے ہیں، تو پھر بھی آپ مسجد کیوں جاتی ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا: پھر وہ مجھے روک کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی وجہ سے کہ **لاَ تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ** "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں آنے سے مت روکو"۔ (بخاری: ۹۰۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں مسلم خواتین عید نماز کے لیے عید گاہ بھی جایا کرتی تھیں اور وہاں نماز عید کے علاوہ، اللہ سے برکت اور مغفرت طلب کرتی تھیں۔ واضح رہے عام عورتوں کے ساتھ ساتھ حائضہ عورتیں اور کنواری لڑکیاں بھی عید گاہ آیا کرتی تھیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہے کہ "ہمیں عید کے دن عید گاہ میں جانے کا حکم تھا۔ کنواری لڑکیاں اور حائضہ عورتیں بھی پردے میں باہر آتی تھیں۔ یہ سب مردوں کے پیچھے پردے میں رہتیں۔ جب مرد تکبیر کہتے تو یہ بھی کہتیں اور جب وہ دعا کرتے تو یہ بھی کرتیں۔ اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔" (بخاری: ۹۷۱)

اسی طرح دور اول میں مسجد عبادت کی جگہ، سیاسی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں کا مرکز تھی۔ جس کی بنا پر مسلمان خواتین مسجد میں تشریف لایا کرتی تھیں۔ وہ کئی اسباب کی بنا پر مسجد آیا کرتی تھیں مثلاً باجماعت نماز کا قیام، اعتکاف، سماعت علم، مسجد میں معتکف کی زیارت، مومن خواتین کے ساتھ فراغت کے اوقات گزارنا، جلسہ عام میں حاضری، تقریبوں میں حاضری، نیک مرد کے سامنے عورت کی اپنی پیشکش، مجلس قضاء میں حاضری، زخمیوں کی خبر گیری، مسجد کی خدمت اور مسجد میں سونا۔ [19]

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر بہت سارے حقوق ہیں اور جن پر عمل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ انہی حقوق میں ایک حق یہ بھی ہے کہ جب ایک مسلمان بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کرنا دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے اور اس ضمن میں اسلام نے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَسَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ (مسلم: ۵۶۵۱)

"ایک مسلم پر دوسرے مسلم کے چھ حقوق واجب ہیں۔ پوچھا گیا کہ وہ کون سے حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جب تم کسی مسلم سے ملو تو اسے سلام کرو، جب وہ دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، جب تم سے مشورہ اور نصیحت کا طالب ہو تو اسے نصیحت کرو، جب چھینکے تو اس کے الحمد للہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہو، جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو اور جب مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ"۔

لفظ مریض کا اطلاق مرد پر بھی ہوتا ہے اور عورت پر بھی اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کا حکم مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر دیا ہے خواہ مریض عورت ہو یا مرد۔ لہذا یہ اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ بیمار خواہ مرد ہو یا اور عورت، اس کی بیمار پرسی کرنا مرد اور عورت دونوں پر لازم بھی ہے اور ایک اہم اسلامی فریضہ بھی۔ [۲۰]

مسلمان خواتین غزوات میں بھی شرکت کر سکتی ہیں اور وہاں زخمیوں کا علاج، بیماروں کی خبر گیری، لشکر اسلام کے لیے کھانا پکانا اور اسی طرح کے دیگر اعمال انجام دے سکتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے لے کر خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ادوار تک، مسلمان خواتین غزوات میں شریک ہوتی تھیں اور مختلف امور انجام دیتی تھیں۔ ایک روایت میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی، میں پیچھے ان کے خیموں میں رہتی، ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کا علاج کرتی اور مریضوں کی خبر گیری کرتی تھی۔ (مسلم: ۱۸۱۲) کھانا پکانا، زخمیوں کا علاج کرنا، بیماروں کی خبر گیری اور اسی طرح کے دیگر اعمال خواتین کی فطرت سے میل کھاتے ہیں۔ جبکہ میدان جنگ میں لڑنا اور مسلم افواج کی قیادت کرنا، اس کے کام نہیں ہیں الا یہ کہ کسی وقت اس کی ضرورت پڑے۔ اس وقت وہ جنگ لڑ سکتی ہیں۔ اس ضمن میں بھی ایک روایت ہے کہ غزوہ حنین میں ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک خنجر تھا۔ اس کے شوہر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا اور ان سے اس کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ: میں نے یہ اس لیے اٹھایا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے نزدیک بھی بھٹکا تو میں اس کا پیٹ کاٹ دوں گی۔ [۲۱]

عورت کے حقیقی میدان عمل پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد ان قیود وشرائط کا جاننا بھی ضروری ہے جو گھر سے باہر کی

ان سرگرمیوں کوانجام دینے کے سلسلے میں اسلام نے مسلمان خواتین پر عائد کیے ہیں۔اس ضمن میں مسلمان خواتین کومندرجہ ذیل چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

اوّل یہ کہ ان کی زیب وزینت کسی بھی طرح ظاہر نہ ہوالا یہ کہ جواز خود ظاہر ہو جائے۔

دوم وہ زور زور سے پاؤں دبا کر نہ چلیں جس کی وجہ سے ان کی مخفی زینت ظاہر ہو جاتی ہے۔

سوم وہ کسی سے نرم لہجے میں بات نہ کریں بلکہ جس سے بھی بات کریں قاعدے کے مطابق کریں۔

چہارم،گھر سے باہر کی سرگرمیاں ان بنیادی ذمہ داریوں کی قیمت پر نہ ہو جن کا انہیں پابند بنایا گیا ہے یعنی شوہر اور اولاد کے تئیں ان کی ذمہ داریاں۔

پنجم،گھر سے باہر وہ صرف ان کاموں کوانجام دے سکتی ہیں جو اسلام کی روح اور ان کی نسوانیت کے مطابق ہوں یعنی جن کو اسلام نے جائز قرار دیا ہو۔

ششم،اسی طرح ان کاموں کو بھی وہ انجام نہیں دے سکتیں جن میں خلوت کا خطرہ ہو۔

ہفتم یہ کہ انہیں یہ ساری سرگرمیاں باپردہ ہو کر انجام دینی ہوں گی۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالحلیم ابوشقہ، عورت عہد رسالت میں، مقدمہ وتعارف از یوسف القرزاوی، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹، ص: ۲۱

۲۔ ایضا،ص: ۲۲

۳۔ ایضا،ص: ۲۷

۴۔ یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں خواتین کا مقام ومتوقع کردار، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص: ۸۔۷

۵۔ سید سعادت اللہ حسینی، خواتین میں اسلامی تحریک، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص: ۱۰

۶۔ محمد رضی الاسلام ندوی، معمار جہاں تو ہے، القلم پبلی کیشنز، بارہ مولہ،جموں وکشمیر، ۲۰۲۳، ص: ۲۲

۷۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز،نئی دہلی، ۲۰۲۳، ص: ۲۳۸

۸۔ عبدالحلیم ابوشقہ، عورت عہد رسالت میں،قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹، ص: ۳۹۶

۹۔ یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں خواتین کا مقام ومتوقع کردار، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص: ۱۱۶

۱۰۔ محمد رضی الاسلام ندوی، معمار جہاں تو ہے، القلم پبلی کیشنز، بارہ مولہ،جموں وکشمیر، ۲۰۲۳، ص: ۱۹۵

۱۱۔ ایضا،ص: ۱۹۴

۱۲۔ یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں خواتین کا مقام ومتوقع کردار، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص: ۴۰

۱۳۔ ایضا،ص: ۱۰۶

۱۴۔ محمد رضی الاسلام ندوی، معمار جہاں تو ہے، القلم پبلی کیشنز، بارہ مولہ،جموں وکشمیر، ۲۰۲۳، ص: ۴۸۔ ۴۷

۱۵۔ سید سعادت اللہ حسینی، خواتین میں اسلامی تحریک، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص: ۱۶۳۔۱۶۲

۱۶۔ سید جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز،نئی دہلی، ۲۰۲۳، ص: ۱۶۳۔۱۶۲

۱۷۔ ایضا،ص: ۱۲۲۔۱۲۱

۱۸۔ سید سعادت اللہ حسینی، خواتین میں اسلامی تحریک، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص:۳۱

۱۹۔ عبدالحلیم ابوشقہ، عورت عہد رسالت میں،قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹، ص: ۲۰۲۔۱۹۸

۲۰۔ یوسف القرضاوی، فتاوی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز،نئی دہلی، ۲۰۱۵، ص: ۱۱۱

۲۱۔ یوسف القرضاوی، اسلامی معاشرے میں خواتین کا مقام ومتوقع کردار، ہدایت پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس،نئی دہلی، ۲۰۲۲، ص: ۱۰۷

☆☆☆

رابطہ

ارشید احمد شیخ

فون:9797956584

arshidijt84@gmail.com

ریسرچ اسکالر،شعبہ اسلامک اسٹڈیز

اسلامک یونیورسٹی اف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی،اونتی پورہ (کشمیر)